بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۳۰ شمارہ ۴۰

رئیس الادارہ
حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی : -/۲ روپے

پاکستان میں بذریعہ ڈاک
سالانہ ۵۲ شمارے -/۸۰ روپے
ششماہی ۲۶ شمارے -/۴۵ روپے

۱۴ رجب المرجب
۱۴۰۵ھ

نقطۂ نظر

30/40

"یہ میلے یہ مزار"

کیا دینی اقدار کا تحفظ محکمہ اوقاف کی ذمہ داری نہیں؟

ہمارے بزرگانِ دین اولیاء کرام اور علماء ربانیین امتِ مسلمہ کے لئے ہدایت کے روشن مینار ہیں انہوں نے اپنے عمل و کردار سے مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کے عقیدہ پر قائم رہنے اور حضور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کا درس دیا ہے۔ مگر آج ان کی اصل تعلیمات کو نظر انداز کر کے دین سے ناواقف اور جاہل عقیدت مندوں کی تراشیدہ رسموں اور ڈھکوسلوں کو لوگوں نے قرآن و سنت کے احکام پر فوقیت دے دی ہے اور محکمہ اوقاف نے اپنا فریضہ سمجھ رکھا ہے کہ وقف املاک کی زیادہ سے زیادہ آمدنی وصول کی جائے اور بزرگانِ دین کے نام پر لوگوں کے بنائے ہوئے طور طریقوں کو فروغ دیا جائے تاکہ لوگ خوش رہیں۔ دین کیا ہے؟ اللہ تعالےٰ کے احکامات کیا ہیں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کیا ہیں؟ یہ جاننے اور اس پر عمل کرنے کی محکمہ اوقاف کو ضرورت نہیں اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ لہو و لعب اور کھیل تماشے کو روحانی ترقی کا ذریعہ سمجھنے کے گمراہ کن رجحان میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بھنگی، چرسی اور افیونی لٹیرے سادہ لوح مسلمانوں کی دنیا اور دین تباہ کر رہے ہیں ـــــ دینی تعلیمات سے

ناشر: مولانا عبیداللہ انور • مقام: اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور • مطبع [illegible]

بے اعتنائی عام ہو رہی ہے۔ گویئے، مراثی، اوباش، فلمی مغنیات و گلوکار، بے دین شعرار اور کیسٹ ساز ادارے قوالیوں اور گیتوں کا جادو جگا کر مسلمانوں کو خصوصاً نئی نسل کو شیطان کے جال میں الجھاتے چلے جا رہے ہیں۔ ۲۹ مارچ کے جنگ لاہور میں ایک خبر ہے "میلہ چراغاں شروع ہو گیا" میئر نے حضرت مادھو لال حسینؒ کے مزار پر چادر چڑھا کر سہ روزہ تقریبات کا افتتاح کیا۔ ہفتہ کا دن صرف عورتوں کے لئے ہو گا۔

میلہ چراغاں کے منتظمین سے بڑا سادہ اور آسان سا سوال ہے کہ یہ قرآن مجید کی کون سی آیت یا حضور رحمت للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کس حدیث پر عمل کیا جا رہا ہے؟ ان عرسوں اور میلوں میں ہوتا کیا ہے؟ یہ معلوم کرنے کے لئے ہمیں شاہ حسین کے میلے میں جانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ اسی اخبار کے صفحہ اوّل کی پیشانی کے ساتھ ایک عورت کی فل تصویر چھپی ہے جس کے قریب بھنگ یا ہیروئن کے نشہ میں مست آنکھوں والے مرد بھی بیٹھے ہیں۔ تصویر کا کیپشن ہے "حضرت مادھو لال حسین کے عرس میں ایک عقیدت مند خاتون دھمال ڈال رہی ہے"۔ دوسرے صفحہ پر بھی تصاویر ہیں۔ نیچے لکھا ہے "میلہ چراغاں میں دھمال ڈالی جا رہی ہے ۲ افراد بھنگ کی رگڑائی میں مصروف ہیں"۔

یہ ہیں آج قبور و مزارات پر اظہار عقیدت کے طریقے اور میلوں، عرسوں میں شرکت کرنے والوں کے کرتوت — شاہ حسین فقیر نمانے کو کیا خبر تھی کہ اس کی مجذوبیت سے آوارہ اور بد معاش عورت مرد بعد میں فائدہ اٹھا کر اپنے نفس کی خواہشات کی اس طرح پرورش کیا کریں گے۔

ہمیں شکایت محکمہ اوقاف سے ہے جس کے اربابِ حل و عقد کے نزدیک دینی اقدار کی توہین اور بزرگان دین کی تعلیمات کو مسخ کرنا کوئی مسئلہ ہی نہیں اور اس سے زیادہ افسوس ہمیں ان علمار کرام پر ہے جو ان مزارات سے متعلقہ مساجد میں خطیب و امام ہیں اور "سازگار ماحول" کو برقرار رکھنے کی فکر میں مسلمانوں کے ایمان و عقائد کی دولت غارت ہونے کا تماشا خاموشی سے دیکھتے رہتے ہیں۔

حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی کہ انہوں نے انبیار کی قبروں اور مزارات پر سجدے کرنے شروع کر دئے تھے مگر آج لوگوں نے اولیاء کی قبروں کو حاجت روائی کا قبلہ اور سجدہ گاہ بنانے کے ساتھ ساتھ بے حیائی، منشیات فروشی کے مراکز اور کاروباری دکانیں بھی بنا لیا ہے — یہ بزرگان دین دنیا میں آ سکتے تو ان لوگوں کو دین کے باغی اور دنیا کے کتے قرار دے کر اپنے دروازے سے دھتکار دیتے اور پوچھتے کہ بت پرستی اور قبر پرستی، بت سازی اور مزار فروشی میں آخر فرق کیا ہے؟ علامہ اقبال مرحوم مذہب میں تجدد اور رسم پسند مسلمانوں سے یہ پوچھنے پر اسی لئے مجبور ہو گئے تھے کہ؎

تم نکو نام ہو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچوگے جو مل جائیں صنم پتھر کے

انصاری

سردار محمود خاں لغاری اور ڈاکٹر عبدالرشید کا سانحۂ ارتحال

گذشتہ دنوں لاہور میں حضرت قطب الاقطاب امام الاولیار شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ کے دو خصوصی ارادتمند اور اکابر اہل حق سے گہرا تعلق رکھنے والی شخصیات سردار محمود خاں لغاری اور حضرت ڈاکٹر عبدالرشید صاحب قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

سردار محمود خاں لغاری آغاز شباب میں شیخ الاسلام حضرت مدنی علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں انہوں نے نقل مکانی کر کے بچوں کی تعلیم کی غرض سے لاہور میں سکونت اختیار کر لی۔ بعد ازاں ان کا پورا خاندان حضرت لاہوریؒ کے قریب سے قریب تر ہوتا چلا گیا ان کے منجھلے صاحبزادے سردار مقصود خاں لغاری حالیہ انتخابات میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ممبر منتخب ہو چکے ہیں۔

حضرت ڈاکٹر عبدالرشید صاحب مرحوم بھی ایک مومن صادق، خدا ترس اور باعمل انسان تھے۔ انہوں نے حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا پھر دینی تعلیم حاصل کی۔ دنیوی اور کاروباری مشاغل جاری رکھتے ہوئے درس نظامی پڑھا۔ قرآن پاک اور حدیث نبویؐ سے انہیں خصوصی شغف تھا۔ انجمن خدام الدین کی تعمیر و ترقی اور اس کے تبلیغی، اصلاحی امور میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ حضرت لاہوریؒ سے ڈاکٹر صاحب کو جو قلبی تعلق تھا اور ان کے دل میں دین کا جو درد بسا ہوا تھا۔ اس کی بنا پر ادارہ خدام الدین کے ہر فرد کی وہ دل سے عزت اور خدمت کرتے۔ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ اور قبل ازیں حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے وہ معالج بھی رہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحت کا مسلسل خیال رکھتے۔ ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں جو دین کی خدمت کرتا ہوں اس میں ڈاکٹر عبدالرشید کا بھی حصہ ہے۔ اگر میری صحت ٹھیک نہ رہے تو میں اصلاح و ارشاد کے یہ سارے کام کیسے انجام دے سکتا ہوں

حضرت جانشین شیخ التفسیر مدظلہٗ نے دونوں مرحومین کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے گھر تشریف لے جا کر اظہارِ تعزیت فرمایا۔ ادارہ خدام الدین سردار محمود خان لغاری اور جناب ڈاکٹر عبدالرشید صاحب کے جملہ پسماندگان کے لئے صبر جمیل، دونوں حضرات کی مغفرت اور بلند درجات کے لئے بارگاہ ارحم الراحمین میں دعا گو ہے۔ اللّٰھم اغفر لھما اللّٰھم ارحمھما۔

لاہور کی یونیورسٹی میں

قادیانی استاد

جامعہ انجنیئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور کے ایک طالب علم محمد مسعود عالم عثمانی نے یونیورسٹی کے حکام کو آگاہ کیا ہے کہ جامعہ کے ایک استاد سہیل بٹ قادیانی نے اسے دھمکی دی ہے کہ کہ اب یہاں تم نہیں رہوگے یا پھر میں نہیں رہوں گا۔ کیونکہ طالب علم عثمانی کے بیان کے مطابق اس نے اپنے استاد کی ترغیب کو رد کرتے کرتے ہوئے اسلام چھوڑنے اور قادیانیت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ مذکورہ طالب علم نے خدشہ

باقی ۱۹ پر

صدا معلوم دنیا کے تقریباً تمام گوشوں میں پہنچ گئی اور مدینہ منورہ کو مرکز بنا کر نبی کریم علیہ السلام نے اپنی حیات طیبہ کے آخری حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں اطرافِ عالم سے آنے والے تقریباً ڈیڑھ لاکھ فرزندانِ توحید کی موجودگی میں اس دین اسلام کے عملی نفاذ کا اعلان فرمایا اور اس دین کے بنیادی عقائد کے ساتھ اس نظامِ حیات کی اصلاحات کا نفاذ عمل میں لائے تو حق تعالےٰ نے بھی۔ آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک مختلف مدارج طے کر کے اس سطح پر پہنچنے والے اس تشنۂ تکمیل دین کی تکمیل کا اعلان فرمایا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ یعنی آج مَیں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور اسلام کو (تمام ادیان کے مقابلہ میں) بطور دین کے پسند کر لیا۔

محترم حضرات! تکمیل دین کے خدائی اعلان اور امام الانبیاءؐ کے اس دین کے عملی نفاذ کے بعد ہر انسان عموماً اور ہر مسلمان خصوصاً جہاں کہیں بھی ہو اس دین پر عمل کرنے اور پھر اپنے دائرۂ اختیار میں اسے بطور قوتِ حاکمہ کے نافذ کرنے کا پابند محض ہے، اسی لئے ھادیٔ برحق نے اعلان فرمایا کہ اَلا کلّکم راعٍ و کلّکم مسئولٌ عن رعیتہٖ۔ یعنی جان لو کہ تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں خدا کے ہاں جواب دہ ہے۔ کہ اپنے دائرۂ اختیار اور حلقہ حکومت میں کہاں تک اس نے اسلام کے نظام عدل و انصاف کو جاری کیا۔ کوئی شخص معاشرتی ماحول، بین الاقوامی حالات اور اکثریت کی مخالفت کا بہانہ بنا کر انفرادی یا اجتماعی زندگی میں اسلام کے نفاذ سے پہلوتہی نہیں کر سکتا اور اگر وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالےٰ کا عذاب پہلی قوموں یا پہلی قوموں کے افراد کی طرح اسے بھی اپنی لپیٹ میں ضرور لے گا کہ یہ مکافات عمل ہے اور یہی قانون قدرت! اسلام کے نفاذ کے لئے کسی مصلحت و منافقت یا کثرتِ رائے اور عوام کی مخالفت کے خوف سے کوئی عذر کرنا یقیناً اللہ تعالےٰ کی آفاقی قوت اور اسلام کی عالمگیر صداقت کے انکار کے مترادف ہے جو کسی طرح بھی قابل

بقیہ صفحہ ۱۳

کراچی کے نئے قارئین خدّام الدّین

میرے حالیہ سفر کراچی و سندھ کے دوران جن حضرات نے ادارہ خدام الدین سے تعاون کیا اور جو احباب حلقۂ قارئین میں داخل ہوئے ہیں۔ حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم نے ان سب کے لئے فلاح دارین اور دنیا و آخرت کی بھلائیوں کی دعا فرمائی ہے۔

ادارہ خدام الدین اپنے تمام قارئین سے متوقع ہے کہ وہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی نوراللہ مرقدہٗ کے جاری کردہ اپنے اس محبوب جریدے ہفت روزہ خدام الدین کو زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچانے اور اس کی توسیع اشاعت میں دلچسپی لے کر حق کا بول بالا کرنے میں حصّہ لیں گے۔

——— عبدالرشید انصاری

گزشتہ سے پیوستہ

سیّدنا صِدّیق اکبر رضی اللہ عنہ

انتظار حسین اسعد قادری

فضائلِ صدیق اکبرؓ بیان کرنے کے لئے مَیں نے جو آیت کریمہ تلاوت کی تھی اس سے افضلیت کا مدار اتقیٰ ہونے پر ہے۔ یعنی جو جتنا خشیتِ الٰہی میں مستغرق ہوگا وہ اتنا ہی افضلیت کا مستحق ہوگا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے تقویٰ کے بارہ میں ایک واقعہ مشہور ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ سے ایک دن آپ کی رفیقۂ حیات نے میٹھا تیار کرنے خواہش کی — میٹھا سامنے آیا تو صدیق اکبرؓ نے پوچھا یہ حریرہ کہاں سے آیا؟ عرض کیا تنخواہ سے کچھ بچاتی رہی ہوں اور جمع کر کے آج یہ حریرہ تیار کیا ہے۔ آپ نے نہایت افسوس کا اظہار کیا اور حکم دیا کہ جس قدر رقم سے یہ حریرہ تیار ہوا ہے اس قدر میرے ماہانہ مشاہرہ سے رقم کم کر دی جائے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بغیر بھی میرا گذارہ چل سکتا ہے۔

کنز العمال میں ہے کہ جب صدیق اکبرؓ مسلمانوں کے خلیفہ منتخب کئے گئے تو صبح کے وقت چادروں کی گٹھڑی بنا کر بازار میں جانے لگے تو حضرت عمرؓ راستہ میں ملے۔ دریافت کیا یا یھا الصدیق این تذھب؟ اے صدیقؓ! کہاں کا عزم ہے؟ فرمایا بازار میں کپڑے بیچنے جا رہا ہوں۔ عرض کیا آپ تو مسلمانوں کے خلیفہ منتخب کئے گئے ہیں۔ فرمایا ٹھیک ہے لیکن بچوں کا بھی تو پیٹ پالنا ہے اگر یہ کام نہ کروں تو اہل و عیال کا نفقہ کہاں سے لاؤں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ تشریف لے چلئے آپ کے لئے حضرت ابوعبیدہؓ وظیفہ مقرر فرما دیں گے۔ چنانچہ یہ دونوں تشریف لے گئے اور حضرت ابوعبیدہؓ نے آپ کے لئے روزینہ اور سردی اور گرمی کا لباس مقرر فرمایا ہے اس لئے اب تو نہ آپ کے اتقیٰ ہونے پر شبہ رہا اور نہ اکرم اور افضل ہونے میں۔

غرض یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اظہار فرمایا تو ایمان لانے والے پہلے صدیقؓ تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے تشریف لاتے تو پہلے تصدیق کرنے والے صدیقؓ تھے۔ شب ہجرت کے عظیم الشان سفر میں رفیقِ سفر صدیقؓ تھے۔ کائنات میں پہلے پہلے جس نے اپنی بیٹی حاضر کی وہ صدیقؓ تھے۔ سارا مال بلا چون و چرا جس نے نثار کیا وہ صدیقؓ تھے۔ تمام صحابہؓ نے جس کے پیچھے حضور صلی اللہ

خطبہ جمعۃ المبارک

ترتیب

ادارہ

اسلام کثرتِ رائے کا محتاج نہیں

ہر مسلمان اپنے دائرۂ اختیار میں اسلام نافذ کرنے کا پابند محض ہے

انسانوں کی اکثریّت

ہر دَور میں نبیوں کی دعوت اور خدا کے احکام کی مخالف رہی ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ کَرْھًا وَّ اِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ۔ صدق اللہ العظیم

محترم حضرات ! تلاوت کردہ آیت کریمہ سورہ آل عمران کے نویں رکوع کی تیسری آیت ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے دین اسلام کی ابدی و ازلی حقانیت و حکمرانی کا ذکر فرمایا ہے۔ آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے :۔

ترجمہ شیخ الہندؒ

"اب کوئی اور دین ڈھونڈتے ہیں سوائے دین اللہ کے، اور اسی کے حکم میں ہے جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے اور اسی کی طرف سب پھر جاویں گے۔"

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

۱۔ یعنی ہمیشہ سے خدا کا دین اسلام رہا ہے۔ جس کے معنی ہیں حکم برداری۔ مطلب یہ ہے کہ جس وقت حق تعالےٰ کا جو حکم کسی راستباز اور صادق القول پیغمبر کے توسط سے پہنچے اس کے سامنے گردن جھکا دو، پس آج جو احکام و ہدایات سیدالمرسلین خاتم الانبیاءؐ لے کر آئے ہیں وہ ہی خدا کا دین ہے کیا اُسے چھوڑ کر فلاح و نجات کا کوئی اور راستہ ڈھونڈتے ہیں ؟ خوب سمجھ لیں کہ خدا کا دین چھوڑ کر کہیں ابدی نجات اور حقیقی کامیابی نہیں مل سکتی۔ آدمی کو سزاوار نہیں کہ اپنی خوشی و شوق اور رغبت سے اُس خدا کی حکمبرداری اختیار نہ کرے جس کے حکم تکوینی کے نیچے تمام آسمان و زمین کی چیزیں ہیں خواہ وہ حکم تکوینی ان کے ارادہ اور خوشی کے توسط سے ہو، جیسے فرشتے اور فرمانبردار بندوں کی اطاعت ہیں یا مجبوری اور لاچاریا سے۔ جیسے عالم کا ذرہ ذرہ اُن آثار و حوادث ہیں جن کا وقوع وظہور بدون مخلوق کی مشیت و ارادہ کے ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کا تابع ہے۔

۲۔ سب کو آخر کار جب وہیں لوٹ کر جانا ہے تو عقلمند کو چاہیئے کہ پہلے سے تیاری کر رکھے یہاں نافرمانیاں کیں تو وہاں کیا منہ دکھائے گا۔"

محترم حضرات ! ترجمہ اور حاشیہ کی تشریح سے یہ بات بخوبی سمجھی جا سکتی ہے کہ اللہ کا دین ازل سے اپنی حاکمیت و حقانیت کے ساتھ موجود ہے اور زمین و آسمان کے درمیان کی چیزیں اس پر اپنی اپنی حیثیت کے مطابق عمل کرنے کی پابند ہیں۔ اسی لئے اس دین کی طرف دعوت دینے اور اس کی تفصیلات و جزئیات سے لوگوں کو روشناس کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر دَور میں نبی اور رسول تشریف لاتے رہے۔ اُن انبیاء نے اپنی قوم اور اپنی حدود نبوت کے لوگوں کو اس دین پر عمل کی طرف بلایا کہ تمہاری حقیقی کامیابی اور سچی خوشی کا راز اسی میں مضمر ہے کہ تم اپنے آپ کو احکم الحاکمین کے احکام کے سامنے جھکا دو لیکن یہ ایک افسوسناک امر ہے کہ اولاد آدمؑ کے بہت کم لوگوں نے اپنے دور میں اللہ کے رسولؑ کی دعوت پر لبیک کہی۔ قرآن حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کی اکثریت ہر دور میں نبیوں کی دعوت اور خدا کے احکام کی مخالف رہی ہے، اور اس مخالفت میں بعض قومیں اور بعض قوموں کے کچھ افراد اس حد تک آگے نکل گئے کہ اللہ کی نافرمانی رسولوں کی تکذیب کے ساتھ رسولوں کو ایذا پہنچانے بلکہ قتل کرنے کے درپے ہوگئے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے پہلی قوموں کو اُن کے جُرم کی مناسبت سے عذاب میں مبتلا کیا۔ اور ان کے حالات قیامت تک نسل انسانیت کے لئے مرقع عبرت بن گئے۔ قرآن کریم نے نبی آخر الزمان سید المرسلینؐ کی زبانِ صدق و صفا سے اعلان کرایا کہ سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبل کان اکثرھم مشرکین۔ یعنی زمین میں چکر لگاؤ (اور عمارتوں اور آبادیوں کے نشانات کو) دیکھو کہ پہلی قوموں کا کیا انجام ہُوا (اُن کی تباہی کا سبب یہ ہے) کہ اُن کی اکثریت شرک کرنے والی تھی۔"

لوگوں کی جس چھوٹی سی جماعت نے انبیاء کی اطاعت کرتے ہوئے اسلام کو اپنی زندگی پر نافذ کیا وہ اللہ تعالےٰ کے انعامات سے نوازی گئی اور جس نے انکار کیا وہ عذاب کی مستحق ہوئی تا آنکہ سب سے آخر میں سلسلہ نبوّت کے آخری فرد امام الانبیاء حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اسی مقصد عظیم اور دعوت مقدسہ کے ساتھ تشریف لائے اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو ابدی ہدایت اور تباہ حال اولادِ آدم کو اسلام کے ابدی پیغام راحت و سکون کی طرف بلایا یہاں بھی وہی فطری صورتِ حال سامنے آ گئی۔ کہ دعوت و تبلیغ کے نتیجہ میں لوگ دو واضح گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ اس دعوت پر لبیک کہنے والوں نے اس کی تبلیغ و اشاعت کے لیے اپنے مال اور جان کی قربانی دی اور انکار کرنے والوں نے اس مشن کو ناکام بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ کو اپنی حکمتوں کے پیشِ نظر اس دین کو مکمل کرنا مقصود تھا اس لئے معاندین، مخالفین اور مشرکین و کفار کی تمام سازشیں ناکام ہو گئیں یہاں تک کہ ۲۳ سال کے مختصر عرصہ میں اسلام کی

علیہ وسلم کی زندگی میں اقتداء کی وہ صدیقؓ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جن کو منبر نبویؐ نصیب ہوا وہ صدیقؓ تھے — اپنی وفات کے بعد جن کو روضۂ نبوی میں دفن ہونا نصیب ہوا وہ صدیقؓ تھے جن کا مطمحِ نظر بغیر صاحبِ نبوت کی رضا کے کچھ اور نہ تھا صدیقؓ تھے۔ جو بیہوشی سے ہوش میں آتے ہی اپنی تکلیف بھول کر دیدارِ یار کے متمنی ہوئے وہ جناب صدیقؓ تھے۔ جن کی گود حضور علیہ السلام کے لئے آرام گاہ بنی صدیقؓ تھے۔ جنہوں نے غزوۂ بدر میں حضورؐ پر پہرہ داری کا حق ادا کیا صدیقؓ تھے۔ جن کے برمحل خطبے نے غلوفی الدین کو ختم کر کے اللہ کی توحید کا سکہ دلوں پر بٹھا دیا صدیقؓ تھے۔

ثانی اثنین ہے اللہ کا شیدائی ہے
مر کے بھی پہلوئے احمدؐ میں جگہ پائی ہے

قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارحم امتی بامتی ابوبکرؓ۔

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی حضرت ابوبکرؓ کو تمام امت میں سب سے افضل سمجھا جاتا تھا۔ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا افضلیتِ ابوبکرؓ کا اعلان فرمایا۔ قربان جائیں شانِ

اے ابوبکرؓ!
یقین رکھو
میری امت میں
سب سے پہلا
شخص تُو ہو گا
جو جنت میں
داخل ہو گا (الحدیث)

صدیقؓ کے جن کے بارہ میں خود حضور علیہ السلام اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دے رہے ہیں۔

جناب صدیق اکبرؓ نے اپنا مال، اپنی اولاد، گھر بار سب ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا۔ ذرا محبت کا اندازہ فرمائیں ایک جنگ میں ابوبکر صدیقؓ مسلمانوں کی طرف سے اور ان کے بیٹے کافروں کی طرف سے آئے۔ جنگ ختم ہوئی۔ ایک دن بیٹا باپ سے کہتا ہے ابا جان! فلاں جنگ میں آپ مسلمانوں کی طرف سے آئے تھے اور میں کافروں کی طرف سے تو آپ میرے وار میں بہت قریب تھے اگر میں وار کرتا آپ کو قتل کر دیتا۔ لیکن باپ سمجھ کر چھوڑ دیا — صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! اگر میری نظر تجھ پر پڑ جاتی اپنی تلوار سے تیری گردن اڑا دیتا۔ جو آدمی بھی حضور علیہ السلام کے خلاف تلوار اٹھائے گا اس کی گردن ہو گی اور ابوبکرؓ کی تلوار ہو گی۔

جب حضور علیہ السلام کا انتقال ہوتا ہے تو بڑے بڑے فتنے نمودار ہوتے ہیں۔ حضورؐ نے اپنی بیماری کے دوران ایک لشکر تیار کیا تھا شام پر حملہ کرنے کے لئے اور ان کا کمانڈر انچیف سپہ سالار حضرت اسامہ بن زیدؓ کو مقرر فرمایا لشکر ابھی دو تین منزل گیا تھا کہ وہاں ٹھہر گئے

مشورہ ہوا کہ یہاں کچھ دیر ٹھہر جائیں مکمل پتہ چل جائے گا امام الانبیاء علیہ السلام کی کیا حالت ہے۔ دو تین دن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو لشکر واپس آ جاتا ہے۔ اب فتنے اور بھی زیادہ بڑھ گئے۔ مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوےٰ کر دیا۔ بعض نے زکوٰۃ کا انکار کر دیا صحابہ کرامؓ گھروں میں رو رہے ہیں، کوئی بیہوش ہے۔ منافقین نے ایک اور شیطانی سکیم سوچی اور وہ یہ کہ مہاجرین اور انصار کو آپس میں لڑانے کی کوشش کی۔ انصار کو کہا کہ اب خلیفہ تم میں سے ہونا چاہیے اور مہاجرین کو کہا تم میں سے ہونا چاہیے ادھر مسجد نبویؐ میں حضرت عمرؓ تلوار لئے کھڑے ہیں کہ اگر کسی نے کہا۔ حضور علیہ السلام وفات پا چکے ہیں تو میں اس تلوار کے ساتھ اس کا سر کاٹ دوں گا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے ایسے بہادر اور دلیر انسان کے بازو سے پکڑا اور کہا اے عمرؓ! ہوش میں آ، کیا کہہ رہے ہو، حضور علیہ السلام انسان تھے اور انسان ہے بھی جانے کے لئے۔

بات حضرت عمرؓ کی سمجھ میں آ گئی اور خدا کا شکر ادا کیا۔ اور کہنے لگے آج اگر ابوبکر صدیقؓ نہ ہوتے تو خدا جانے میں کتنے آدمیوں کو قتل کر دیتا۔ بہرحال یہ صدیقؓ کی شان تھی کہ ہر ایک صحابیؓ کے

اللہ تعالیٰ نے
ابوبکرؓ کا نام
الصدیق
آسمان سے
نازل فرمایا۔
(حضرت علیؓ)

گھر جا کر ان کو سمجھایا اور تسلی دی۔ ادھر مہاجرین اور انصار کا جھگڑا ختم کرتے ہیں، ادھر حضورؐ کی وفات کا صدمہ، زبان پر کوئی لفظ تک نہیں آیا۔

جنہوں کو عشق صادق ہو وہ کب فریاد کرتے ہیں
لبوں پر مہرِ خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد جب خلیفہ بنایا گیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لشکر اسامہؓ کو تیاری کا حکم دیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا، حضرت! ملک کے اندر بہت زیادہ فتنے اُٹھ پڑے ہیں اس واسطے مناسب یہ ہے باہر لشکر نہیں جانا چاہئے۔ حضرت عمرؓ ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا جو لشکر حضور علیہ السلام نے روانہ کیا تھا اس کو میں روک نہیں سکتا۔ پھر کمانڈر کے بارہ میں عرض کیا کہ کسی تجربہ کار کو فوج کا سپہ سالار بنا دو۔ آپ نے فرمایا۔ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کمانڈر بنایا ہو صدیقؓ کی کیا مجال کہ اس کو تبدیل کرے۔ اللہ اللہ! کیا رتبہ ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا۔

ایک دن حضرت عائشہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس کی نیکیاں آسمان کے ستاروں جتنی ہوں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں عائشہؓ وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں — تین مرتبہ

حضرت عائشہؓ نے پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ آخر تُو بار بار کیوں پوچھ رہی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی آقا! میں تو سمجھ رہی تھی۔ آپؐ میرے باپ ابوبکرؓ کا نام لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکرؓ کا پوچھتی ہے۔ عمر فاروقؓ کی ساری زندگی کی نیکیاں ایک طرف تیرے باپ صدیق اکبرؓ کی غار کی تین راتوں کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ اور کسی موقع پر جناب فاروق اعظمؓ نے صدیق اکبرؓ سے عرض کی۔ میری ساری زندگی کی نیکیاں لے لو صرف غار کی رات مجھے دے دو ——— سبحان اللہ شانِ صدیق اکبرؓ۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں وہ خاص ہوں گے ہر جماعت کے واسطے روزہ داروں کے لئے، نمازیوں کے لئے وغیرہ علیحدہ علیحدہ۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! ایسا شخص بھی ہوگا جس کو آٹھوں دروازے پکاریں گے فرمایا ہاں آپ ہیں ابوبکرؓ ———

اللہ اکبر کتنی اونچی شان ہے صدیق اکبرؓ کی۔

صدیق اکبرؓ کی ایک دن حضرت عمرؓ کے ساتھ مجلس ہو رہی تھی تو باتوں باتوں میں

> جو شخص مجھ کو ابوبکر صدیقؓ عمر فاروقؓ پر فضیلت دیتا ہے وہ جھوٹا مفتری وکذّاب ہے۔ (قول علیؓ)

ذرا گرم ہو گئے تو صدیق اکبرؓ نے ذرا سخت بات کہہ دی تو فاروق اعظمؓ ناراض ہو کر چلے گئے۔ صدیق اکبرؓ پیچھے پیچھے دروازے پر کھڑے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے دروازہ بند کر لیا۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ عرض کر رہے ہیں۔ اے عمرؓ! خدا کے لئے معاف کر دو۔ آخر واپس آتے ہیں اور دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ مَیں اور عمرؓ میں ذرا باتوں باتوں میں سختی ہو گئی مَیں معافی مانگتا ہوں۔ عمرؓ مجھے معاف نہیں کرتا۔ ابھی بات ہو ہی رہی تھی کہ عمر فاروقؓ بھی آ گئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے عمرؓ! میرا ایک تو ساتھی ہے اس کو بھی تم لوگ آرام سے نہیں چھوڑتے۔ جب مَیں نے نبوّت کا اعلان کیا اور تبلیغ شروع کی تو سب لوگوں نے میری مخالفت کی۔ صرف صدیق اکبرؓ تھے کہ میرے اوپر جان بھی، مال بھی قربان کر دیا۔ اپنی بیٹی میرے نکاح میں دے دی۔ حضرت صدیق اکبرؓ پھر اٹھتے ہیں، عرض کرتے ہیں حضرت! غلطی مجھ سے ہی ہوئی تھی، مَیں ہی ملامت ہوں، زیادتی مَیں نے کی تھی ——— یہ شانِ صدیق اکبرؓ ہے۔

حضور نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کے وقت فرمایا تمام لوگوں کے احسانوں کا بدلہ مَیں نے دنیا میں دے دیا

لیکن صدیقؓ کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت میں خود دے گا۔

خلیفہ بننے کے بعد رات کو بے سہاروں کے گھروں میں جا کر ان کے مکان کی صفائی کرتے تھے پانی بھر کر لاتے تھے، بازار سے سودا سلف خرید کر لا دیتے کتنی عاجزی و انکساری ہے خلیفہ بننے کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا عشق اور کتنی محبت تھی اندازہ لگائیں۔

ایک دفعہ آپؓ کے والد نے حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں گستاخی کی۔ آپؓ نے اپنے باپ کے منہ پر تمانچہ دے مارا۔ حضورؐ تک بات پہنچی۔ آپؐ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا۔ آپؓ نے اپنے باپ کے منہ پر تھپڑ مارا۔ یا رسول اللہ! آپؐ کی گستاخی کی تھی۔ آپؐ نے فرمایا آخر باپ تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! خدا کی قسم اگر اس وقت میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی مَیں اپنی تلوار سے اپنے باپ کی گردن اڑا دیتا۔ میرا ایمان یہ گوارا نہیں کرتا کوئی آپؐ کی شان میں گستاخی کرے چاہے باپ ہی کیوں نہ ہو۔ سبحان اللہ! کیا ایمان ہے صدیق اکبرؓ کا اور کیا عشق و محبت ہے حضور علیہ السلام سے۔ لیکن آج لوگوں کی زبان ان مبارک ہستیوں کو بُرا کہتے نہیں تھکتی۔ خود سیدنا حضرت علیؓ نے صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے بارہ میں کھلے الفاظ میں ان کی فضیلت بیان کی حضرت علیؓ کی روایت ہذا کنز العمال میں مندرجہ ذیل حوالہ جات کے ذریعہ بھی منقول ہے۔ ابو یحییٰ نے کہا کہ مَیں نے حضرت علیؓ سے سنا کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر فرما رہے تھے کہ اللہ نے ابوبکرؓ کا نام **الصدیق** آسمان سے نازل فرمایا۔

ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ مَیں نے آپ سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا تو آپؓ نے اس کو فرمایا تو نے حضور علیہ السلام کا دیدار کیا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر علیؓ نے فرمایا کہ تُو نے ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر تُو بتا دیتا کہ مَیں نے حضورؐ کو دیکھا ہے تو مَیں تیری گردن اڑا دیتا اور اگر تُو بیان کرتا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کو دیکھا ہے تو مَیں تجھے دردناک سزا دیتا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا جو شخص مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دے گا مَیں ایسے شخص کو تازیانے لگا کر درد ناک سزا دوں گا۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے شریر بندوں میں سے ہیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو دشنام اور سبّ و شتم کرتے ہیں

علقمہ کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے ہمیں ایک دفعہ خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمانے لگے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کچھ لوگ ابوبکرؓ و عمرؓ پر مجھے فوقیت و فضیلت دینے لگ گئے ہیں اگر اس مسئلہ کا بطور قانون میں نے پہلے اعلان کر دیا ہوتا تو اب ان کو سزا دیتا اب سن لو جو شخص فضیلت دینے کی بات اس کے بعد کہے گا وہ جھوٹا اور مفتری و کذّاب ہوگا۔ اور اس پر مفتری کی سزا جاری کی جائے گی۔ حضور علیہ السلام کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ خیر انسان تھے اور سب لوگوں سے بہتر تھے۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت [illegible]

اسلام اور دیگر معاشی نظریات

دنیا میں اس وقت کئی نظام ہائے زندگی ہیں جن میں سے ایک سرمایہ داریت، دوسرا اشتراکیت اور تیسرا اسلام ہے اوّل اور دوئم نظام دونوں مادیت پر یقین رکھتے ہیں اخلاقیات اور دین سے تو اللہ واسطے کا بیر ہے۔

نیچے تینوں نظاموں کا تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے جس سے ان نظاموں کے نظریات کا پتہ چل سکے گا۔

سرمایہ داریت

جب بھی معاشرے میں طوائف الملوکی طاری ہوتی ہے تو اس وقت ایک طبقہ سامنے آتا ہے جس کو ہم سرمایہ دار کہتے ہیں اس طوائف الملوکی سے یہی طبقہ سب سے زیادہ فائدہ اٹھاتا ہے۔

دورِ جدید میں سرمایہ داریت کو سائنٹفک انداز میں آدم سمتھ نے پیش کیا۔ اس کی کتاب THE WEALTH OF NATIONS سرمایہ داریت کی بائیبل کہلائی۔ جس کے ذریعے اس نے سرمایہ داریت کو تکنیکی اور منطقی بنیاد فراہم کی۔

سرمایہ داریت کا ظالمانہ اور غاصبانہ نقطۂ نظر

آدم سمتھ سے متاثر ہونے والا ایک یہودی ماہرِ معاشیات ریکارڈو ۱۷۷۲/۱۸۲۳ معاشیات کے نیوٹن کے نام سے مشہور ہوا۔ ایک جگہ لکھتا ہے:

"مزدور کی فطری اجرت صرف اس قدر ہے جس سے وہ زندہ رہ سکے اور اپنی نسل کو اس طرح باقی رکھ سکے کہ نہ تو وہ کم ہونے پائے اور نہ زیادہ۔"

اس نظریے کو مستقل حیثیت TORRENS نے ۱۸۱۵ء میں دی۔ ایک اور مشہور مصنّف ERGGILL نے اپنی کتاب MORALS MONEY میں رقمطراز ہے:۔

"ہمیں کارخانوں میں انسانوں کی ضرورت نہیں مشینیں ان سے بہتر ہیں لہذا ہمیں انسانوں کو ختم کر دینا چاہئے۔ ایسے انسان (مزدور) جو کارخانوں میں کام کرتے ہیں نہ کہ ایسے انسان (صارفین) جو ہمارے ساتھی اور مددگار ہیں۔ کیونکہ یہ ہماری مصنوعات خریدتے ہیں۔"

سرمایہ دارانہ ذہنیت کے ایک اور علمبردار ماہرِ معاشیات منڈیولی نے اپنی کتاب FABLE OF BEES شائع کی جس کا ملخّص یہ تھا:۔

"غریبوں سے کام لینے کی ایک ہی صورت ہے کہ انہیں محتاج رکھا جائے۔ عقلمندی کا تقاضا ہے کہ ان کی ضروریات کو تھوڑا تھوڑا پورا کیا جائے۔ انہیں ضروریاتِ زندگی کی طرف سے بے نیاز کر دینا حماقت ہے۔"

ایک اور انسانیت دشمن نظام کا داعی ولیم ٹاینینڈ اپنی ایک کتاب میں لکھتا ہے:۔

"بھوک کا کوڑا ایسا سخت ہے جو وحشی سے وحشی اور تند خُو سے تند خُو جانور کو بھی رام کر دیتا ہے۔ اس سے سرکش سے سرکش انسان بھی مطیع بن جاتا ہے۔ اس لئے اگر تم غریبوں سے کام لینا چاہتے ہو تو اس کا ذریعہ فقط ایک ہی ہے یعنی بھُوک۔"

یہ تو تھا سرمایہ داری کا نظری پہلو۔ آئیے اب ہم اس کا عملی پہلو دیکھتے ہیں:۔

"۱۹۱۴ء میں برازیل کے امرا نے زائد پیدا شدہ کافی کا مسئلہ کس طرح حل کیا کافی کی ۴۰ لاکھ بوریاں تھیں۔ اس خیال سے کہ مارکیٹ میں سپلائی سے قیمتیں گر جائیں گی۔ انہوں نے اس زائد کافی کو برباد یا تباہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ پہلے سوچا کہ زمین میں دفن کر دیا جائے۔ لیکن تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے ممکن نہ ہو سکا۔ پھر سوچا کہ سمندر میں بہا دی جائے لیکن اس سے مچھلیاں مر جانے کا ڈر تھا۔ آخر میں فیصلہ کیا کہ اس کو جلا دیا جائے۔ انہوں نے دو لاکھ پونڈ کے مٹی کے تیل سے کافی کو ضائع کر دیا۔" (انسائیڈ لیٹین امریکا)

اسی طرح ۱۹۳۴ء میں لور پول کی بندرگاہ سے ۱۰ لاکھ سنگتروں کو سمندر کی نذر کر دیا گیا تاکہ قیمتوں میں کوئی کمی نہ ہو جائے۔ یہی وہ سنگترے تھے جن کے لئے اہلِ شہر اور ان کے بچے ترستے تھے۔"

اسی لئے علامہ اقبال نے فرمایا تھا ؎

جس کھیت سے دہقاں کو میسّر نہ ہو روزی\
اُس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

سوشلزم اور کمیونزم

اگر ہم قدیم ادوار کا مطالعہ کریں تو افلاطون ایک ایسا شخص نظر آئے گا جس نے اپنی کتاب "جمہوریہ" REPUBLIC میں سوشلزم کا خاکہ دیا۔ موجودہ دور میں ایک یہودی ماہرِ معاشیات کارل مارکس نے اُسے بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا:

"سوشلزم دراصل سرمایہ داری کے ردِ عمل کے طور پر آیا تھا۔ اگر ہم کارل مارکس کے دَور کا مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ اس وقت مزدوروں پر سرمایہ دار اور بورژوا طبقہ نے کیسے کیسے مظالم ڈھائے ان کے ساتھ کلیسا بھی اس بھیانک کھیل میں ملوّث تھا، جس کا ردِّ عمل سوشلزم کی صورت میں ہوا۔۔۔ کارل مارکس یہودی تھا اور یہود کی اسلام دشمنی مشہور ہے۔ اُس نے طوائف الملوکی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور

مزدوروں سے ہمدردی کے نام پر ایک ظالمانہ نظامِ زندگی پیش کیا۔ ویسے تو کارل مارکس نے کئی کتابیں لکھیں لیکن اس کی سب سے مشہور کتاب "سرمایہ" CAPITAL ہے۔"

سوشلزم اور غریب

عام طور پر پاکستانی کمیونسٹ (جو سب کے سب خوشحال اور فیکٹریوں کے مالک ہیں یا مالکوں کے فرزند ارجمند ہیں) سوشلزم کو صرف ایک معاشی نظام سمجھتے ہیں۔ حالانکہ سوشلزم پورا غلط نظامِ زندگی ہے جو نہ خدا کو، نہ مذہب کو اور نہ اخلاقیات کو تسلیم کرتا ہے۔ وہ صرف مادیت پر یقین رکھتا ہے۔ اس بارے میں سوشلسٹ لیڈر کیا کہتے ہیں۔

کارل مارکس (۱۸۱۸-۱۸۸۳)

"مذہب انسانی ذہن کی پیداوار ہے۔ انسان مذہب کی پیداوار نہیں۔ مذہب کیا ہے؟ مظلوموں کی سسکیاں، ایک پتھر کا قلب اور ان حالات کی روح جس میں روحانیت کا نام نہیں۔ مذہب کی فنا میں حقیقی انسانی مسرت کا راز پنہاں ہے۔ اخلاقیات، مذہب، مابعد الطبیعات اور دیگر تمام تصورات حقیقی آزادی کے دشمن ہیں۔"

CRITIBUE OF THE PHILOSOPHY OF LAW OF HEGAL)

فیور باغ ایک جگہ لکھتا ہے:

"فطرت اور انسان کے سوا کائنات میں کسی شے کا وجود نہیں وہ بلند و بالا ہستیاں جن کا وجود مذہبی افسانہ گروں نے تراش رکھا ہے خود ہماری اپنی ذات کا طلسمی عکس ہیں"

(ESSENCE OF CHIRISTIANITY)

لینن لکھتا ہے:۔

"جب تک خدا کا تخیل ذہن انسانی سے فنا نہ کر دیا جائے یہ لعنت کسی طرح دور نہیں ہو سکتی (نعوذ باللہ) مذہب کو تباہ کرنا اور دہریت کو فروغ دینا ہمارا مقصدِ اوّلین ہے۔" (ہتھوڑا اور درانتی صفحہ ۲۴۳)

اشتراکی اور اخلاقیات

اشتراکیوں کا اخلاق تو صرف اس قدر ہے کہ ڈکٹیٹر کی قوت و سطوت کا استحکام اور بقا کس صورت سے ہو سکتا ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے ان کے نزدیک سب ناجائز ہے۔ چنانچہ جماعتی مفاد کی خاطر جرائم کا ارتکاب، دروغ بانی، فریب دہی عین حق و صداقت ہے بلکہ معاندین کے خلاف کذب و افترا ہی بعض اوقات سب سے اہم حربے ہیں"۔ (گاندھی اور لینن)

مارکس اور لینن کے نزدیک

سوشلزم

لوگوں کی صلاحیتیں اور حالات مختلف ہیں۔ کوئی طاقتور ہے، کوئی کمزور، کوئی شادی شدہ ہے کوئی مجرّد، کسی کے بچے زیادہ ہیں کسی کے کم، لیکن (سوشلزم کی رُو سے) ایک کو زیادہ ملے گا دوسرے کو کم، ایک مقابلتاً امیر ہو گا دوسرا غریب۔

اس نظام میں مساوات اور عدل نہیں ہو گا اس میں دولت کا تفاوت اور غیر منصفانہ تفاوت باقی رہے گا۔" (لینن صـ ۵۱-۵۶)

اسٹالن نے سوشلزم کی حقیقت بیان کر دی

"یہ لوگ (مخالفین کمیونزم) شاید یہ سمجھتے ہیں کہ اشتراکیت مساوات کی داعی ہے اور اس کا مقصد معاشرہ کے اراکین کی ضروریات اور ذاتی احتیاجات کے معیار کو مساوی کر دینا ہے۔ یہ لوگ شدید قسم کی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔"

(STALINS SEVENTEENTH CONGRESS OF C.P.N.S.L.W)

یہی وجہ ہے کہ کمیونسٹ روس میں اس وقت تنخواہوں میں بڑا فرق ہے۔ کامریڈ یون YOUN کے الفاظ میں:۔

"عام مزدور پیشہ ور لوگ ۴۰۰ روبل
گھریلو نوکرانیاں ۶۰ روبل مع خوراک
ذمہ دار افسران ۱۰۰۰۰ روبل
بڑے بڑے پروفیسر وغیرہ ۳۰۰۰۰ روبل"

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ عام مزدور اور گھریلو نوکرانیاں اپنا گذر بسر کس طرح کرتے ہوں گے تیس ہزار روبل لینے والے افسران کتنے شاہ خرچ ہوں گے۔

دوسری طرف اسلامی مملکت کا خلیفہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں تو اس قدر وظیفہ لوں گا جس سے میری ضروری احتیاجات پوری ہو جائیں یا جس قدر مملکتِ اسلامیہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ کارکن لیتا ہو۔ اسی لئے روسی سائنسدان اور روسی سائنس اکیڈیمی کے ممتاز رکن کامریڈ "ارنوشت کولمین" کو کہنا پڑا:۔

"سوویٹ یونین میں جو سوشلزم لایا گیا ہے اسے صحیح معنوں میں اصل سوشلزم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ جہاں روسی عوام کا خون پہلے سرمایہ دار اور زمیندار چوس رہے تھے۔ اب ان کا خون کمیونسٹ پارٹی کے بڑے بڑے عہدے دار چُوس رہے ہیں۔" (ٹائمز ۱۹۷۰)

شاید اسی لئے روزانہ کمیونسٹ ممالک سے لوگ فرار ہو کر امریکہ وغیرہ میں پناہ لیتے ہیں جس سے کمیونسٹ جنّت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اسی لئے مفکّر آئی شٹین کو کہنا پڑا:

"جن اقتدار کو سرمایہ داری پرچون کے بھاؤ فروخت کرتی ہے، انہیں سوشلسٹ نظام تھوک کے بھاؤ خریدتا ہے۔"

مندرجہ بالا دو نظامہائے زندگی تھے جو بظاہر ایک دوسرے کی ضد نظر آتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے۔ سانپ سے سانپ ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح سرمایہ داری کے بطن سے پیدا ہونے والا اور صیہونیت کی آغوش میں پلنے والا سوشلزم دُکھی انسانیت کے لئے کس طرح ذریعہ نجات ہو سکتا ہے؟

اسلامی نظامِ معیشت کے بارے میں تو بعد میں لکھا جائے گا بیلڈن دنیا کو اسلام کے بارہ میں کیا بتاتا ہے۔ پہلے پڑھئے۔ چین میں امریکہ کی ہزار کوشش کے باوجود سوشلسٹ شورش برپا ہو گئی۔ دنیا حیران و پریشان تھی کہ ایسا کیسے ہو گیا۔ بیلڈن اس کا یہ جواب دیتا ہے:

"ان تمام لوگوں کو جو اس انقلاب کی صحیح علت معلوم کرنا چاہتے ہیں محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے ان الفاظ کو یاد دلانا چاہیئے جو مکہ کے سوداگروں سے کہا کرتے تھے :

"(تمہاری ہلاکت و بربادی کا اصل سبب یہ ہے کہ) تم یتیم کی عزت نہیں کرتے تھے اور ایک دوسرے کی روٹی کا انتظام کرنے کی ترغیب نہیں دیا کرتے تھے۔"

اسلامی نظامِ معیشت

اب ہم اسلام کی طرف آتے ہیں دیکھیئے دولت کے بارے میں قرآن کیا نظریہ رکھتا ہے :۔

"اے نبیؐ! آپ سے پوچھتے ہیں کہ اپنی کمائی کا کتنا حصّہ دوسروں کے لئے ہو؟ ان سے کہیئے جتنا تمہاری ضروریات سے زیادہ ہو"۔ (۲:۲۱۹)

"جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ایک دن آئیگا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائیگی اور پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ (اُن سے کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ تو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو"۔ (۹:۳۴، ۳۵)

قرآن کی ان آیتوں نے سرمایہ داریت اور سوشلزم کی دھجیاں بکھیر دی ہیں سرمایہ داری اور سوشلزم اپنے عوام پر رزق کے دروازے تنگ کرتے ہیں۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"رزق کے دروازے ہر صاحب ضرورت کے لئے یکساں طور کھلے رہنے چاہیئیں (۴۱:۱۰)

اسلام چونکہ دینِ اعتدال ہے اس لئے وہ سرمایہ داری کی طرح کھلی آزادی کا قائل نہیں۔ جس میں کسی بھی شخص کو استحصال کی آزادی ہو۔ کسی سرمایہ دار کو کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی دولت کا ایک حصّہ راہِ خدا میں دے تو اس کا جواب ہوتا ہے۔ مَیں کیوں خدا کی راہ میں دوں، یہ سب کچھ مَیں نے اپنی محنت سے کمایا ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے لئے فرماتے ہیں :۔

"کبھی تم نے سوچا ہے یہ بیج جو تم بوتے ہو ان سے کھیتیاں تم اگاتے ہو یا ان کے اگانے والے ہم ہیں؟ یہ پانی جو تم پیتے ہو اُسے تم نے بادل سے برسایا ہے یا اس کے برسانے والے ہم ہیں"

(۵۶: ۶۸، ۶۹)

اور پھر کمانے کی استعداد بھی تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے ہم عاجز انسان کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ فلاں چیز ہماری ہے کیونکہ ہم تو صرف کوشش کر سکتے ہیں۔ ہماری استطاعت میں یہ نہیں کہ ہم وقت پر بارش برسا سکیں، بیج بنا سکیں اور بے جان زمین سے پھل، پھول پودے اور درخت نکال سکیں۔

اسی طرح اسلام سوشلزم کی طرح فرد پر بے جا پابندیاں عائد نہیں کرتا جس سے فرد کی خود اعتمادی اور عزتِ نفس کا خاتمہ ہو جائے۔ مختصر یہ کہ ہم سرمایہ داری، سوشلزم اور اسلام کے تقابلی مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سرمایہ داری کے نتیجے میں معاشرے کے اندر دو طبقے وجود میں آتے ہیں (الف) ایک

وہ طبقہ جو صرف چند افراد پر مشتمل ہوتا ہے اور دنیا جہان کی آسائشیں اُسے میسّر ہوتی ہیں وہ اپنی ذات پر اور اپنے خاندان پر لاکھوں روپے خرچ کر دیتا ہے۔ (ب) دوسرا طبقہ وہ ہے جو اکثریت پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اسے کوئی آسائش میسر نہیں ہوتی ؎

اے کہ تجھے کھا گیا سرمایہ دار و حیلہ گر
شاخِ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برات

دوسری دوسری طرف سوشلزم کے عملی نفاذ کے بعد پورا معاشرہ ہی فقراء اور غرباء کی سوسائٹی بن جاتا ہے۔ کیونکہ سرمایہ داریت کی طرح اُن کے یہاں بھی دولت چند ہاتھوں میں (یعنی کمیونسٹ پارٹی کے چند عہدے داروں کے قبضہ میں) ہوتی ہے۔ سرمایہ داری میں یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ جو کام چاہتا ہے، کرتا ہے، ظلم کے خلاف احتجاج بھی کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس سوشلسٹ معاشرے میں احتجاج بغاوت کرنے کے مترادف قرار دیا جاتا ہے۔ مزدور کو بغاوت کے جرم میں سزائے موت دی جاتی ہے یا سائبیریا کے کیمپوں میں بھیج دیا جاتا ہے۔

اسلام

اسلام کے مکمل نفاذ کے بعد معاشرے میں کوئی شخص غریب نہیں رہتا۔ پورا معاشرہ خوشحال زندگی گذارتا ہے۔ ایک عام مسلمان بھی حاکمِ وقت کا احتساب کر سکتا ہے۔

مقام افسوس ہے کہ!

آج دنیا کے تقریباً ہر ملک میں امریکہ کے سرمایہ دارانہ نظام اور روس کے نام نیوا سوشلزم کے حامی مختلف تنظیمی ناموں سے کام کر رہے ہیں۔ اسلام جو کہ پوری انسانیت کی نشو و نما کے لئے ایک پروگرام تھا۔ صراطِ مستقیم تھا ہماری ناعاقبت اندیشی کی بناء پر چند رسم و رواج کا نام بن کر رہ گیا ہے۔ کاش دنیا کے ہر ملک میں خالص اسلام کے لئے کوئی مضبوط اور منظم جماعت ہوتی جو پوری دنیا میں نظامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے کام کرتی۔

پاکستان جیسی نظریاتی مملکت میں بے شمار لوگ بے روزگار ہیں۔ بہت سے ذہین طالب علم اس لئے اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکتے کہ ان کی مالی استطاعت نہیں۔ بہت سی بہنیں جہیز کی عدم موجودگی سے بابل کے گھر میں ہی بوڑھی ہو جاتی ہیں۔

تقسیم زکوٰۃ ہوتی ہے یا چند سلائی کی مشینوں کی تقسیم ہوتی ہے تو بعض جگہ غریبوں کی غربت کا مذاق تصویریں اتار کر اڑایا جاتا ہے۔ اور اس کی ملک بھر میں تشہیر کی جاتی ہے۔ ہمیں اپنی روش بدلنی چاہیئے۔ زکوٰۃ جیسے بہترین نظام کو بدنام کرنے کی بجائے اصلاحِ احوال اور غربت دور کرنے کا ذریعہ بنانا چاہیئے۔

بقیہ : قادیانی استاد

ظاہر کیا ہے کہ ممکن ہے اسے راستہ سے ہٹانے کے لئے مولانا اسلم قریشی کی طرح اغوا کر لیا جائے اس لئے صورتِ حال کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے اس نے یونیورسٹی کے حکام کو آگاہ کرنا ضروری سمجھا۔

ہم لاہور کی انجینئرنگ یونیورسٹی کے اربابِ حل و عقد سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ فتنے کا دروازہ بند کرنے کے لئے یونیورسٹی میں موجود قادیانی طلباء و اساتذہ کے متعلق مناسب کارروائی کریں گے اور حالات کو بگڑنے نہیں دیں گے۔

ہماری اطلاعات کے مطابق اس واقعہ کی وجہ سے مسلمان طلبہ میں شدید اشتعال پھیل گیا ہے۔

قرآن فہمی اور ضرورت حدیث

ترتیب از ندیم احمد القاسمی

موجودہ دَور میں ایسے لوگوں کا دائرہ افراد وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے جو صحیح طور پر قرآن فہمی کے لیے احادیث کے علوم کو غیر ضروری قرار دیتے ہیں۔ ان کی رائے میں احادیث غیر قابل استناد ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن کو بغیر احادیث کی مدد سے صحیح معنوں میں سمجھا جا سکتا ہے۔ میرے خیال سے یہ مسئلہ کسی قدر وضاحت و تفصیل کا متقاضی ہے۔ منکرین حدیث کا ناپاک وجود غیر مسعود اس ہمارے پرفتن دَور کی ہی خصوصیت نہیں بلکہ گذشتہ صدیوں میں بھی کبھی کبھی ایسے سرپھرے طاغوت و ہوس پرست انسان اس صفحہ ہستی پر جنم لیتے رہے ہیں جو مذہب کی شاہراہ پر گمراہی و ضلالت کی گاڑی بے روک وٹوک چلانے کے لیے احادیث کی تشریعی و احکامی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔

علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ کی یادگار تصنیف مفتاح الجنۃ فی الاحتجاج بالسنۃ ایسے ہی ایک منکر حدیث کی رد میں ہے۔ لیکن وہ زمانہ اور تھا یہ زمانہ اور ہے اُس زمانے کے اندر ایمان کامل عقائد پختہ اور تمسک بالشریعت کا جذبہ نہایت مستحکم تھا جس کی وجہ سے اس عہد کے منکرین حدیث پر گوشۂ عافیت تنگ ہو جاتا تھا۔ اس کی ہر آواز صدا بصحرا ہو کر گمنامی کے غار میں ہمیشہ کے لئے دفن ہو جایا کرتی تھی۔ لیکن آج ہمارے اس زمانے میں وہ حالات نہیں رہے۔

آج ایک شخص کھڑا ہو کر ڈنکے کی چوٹ پر احادیث نبوی کا انکار کرتا ہے۔ اس کی تشریعی و احکامی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتا کتب احادیث کو جھوٹ کا پلندہ کہتا ہے۔ احادیث کا مذاق اڑانا اس کا صبح و شام معمول بن چکا ہے اس کے باوجود لوگ اسے عزت و احترام کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اس کے مضامین کو رسالوں میں دے کر طرح طرح کے القاب سے نوازتے ہیں۔ جس کی وجہ سے دین میں مداہنت اور شریعت کی پابندیوں میں تساہل برتنے والی طبیعتیں اسے لبیک کہتی ہیں نتیجۃً منکرین حدیث کا دائرہ افراد روز بروز ترقی پذیر ہے ......۔ ہماری اولین سعی و کوشش یہ ہوگی کہ قرآن حکیم سے احادیث کو واجب الاتباع ثابت کریں۔ ان کے عقیدے کے مطابق پہلا سوال یہ کرنا چاہئے کہ قرآن کو آپ بھی قابل استناد اور واجب الاتباع تسلیم کرتے ہیں۔ نیز یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ قرآن کی تمام آیات کا خارج میں مصداق موجود ہے پھر ان آیات کی نسبت آپ کا کیا فرمان ہے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے اور آپ کے اقوال و ارشادات پر واضح طور پر عمل کرنے کا امر فرمایا گیا ہے مثلاً آیات ذیل جو منکرین کے خلاف حجت بھی ہیں۔

آیت و حجت اوّل

یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ ورسولہ الخ

اس آیت کے اندر سب سے زیادہ قابلِ غور بات یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے لئے الگ الگ صیغہ اطیعو لایا گیا ہے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ صرف ایک اطیعو کو لایا جاتا اور رسول کو اس پر عطف کر دیا جاتا لیکن ایسا نہیں کیا گیا دونوں کے لئے الگ الگ صیغہ اطیعو لایا گیا اس کی کیا وجہ ہے غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اس کے اندر نکتہ بلیغ یہ ہے کہ اصل آیت کا ان دو مجموعہ قوانین کی طرف اشارہ مقصود ہے جن کے اوپر اسلام کا دارومدار ہے (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ اور چونکہ اولی الامر کی اطاعت کے لیے الگ کوئی مجموعہ قوانین نہیں بلکہ ان کی اطاعت کے احکام وہی ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ماخوذ ہیں اسی بنا پر اس کے واسطے الگ صیغہ اطیعو نہیں لایا گیا۔ آخری آیت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جب تم آپس میں الجھ پڑو تو فیصلہ کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی جانب رجوع کرو اس سے صاف معلوم ہوا کہ ہمارے لیے قابل احتجاج دو چیزیں ہیں ایک اللہ کا فرمان دوسرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد۔ اگر صرف اللہ تعالیٰ کا فرمان ہی لائق حجت ہوتا تو پھر رسول کا ذکر اور اس کے لئے خاص صیغہ اطیعوا کا استعمال کیا معنی رکھتا ہے۔

آیت حجت ثانی

ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔

ترجمہ: رسول جو تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز آؤ۔

عربی لغت کے اندر ما اور من عام ہوُا کرتا ہے۔ چنانچہ من ذوی العقول کے جملہ اقسام کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور ما ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کو شامل ہوتا ہے۔ آیت کا مقصد یہ ہوا کہ رسول تمہیں جو بھی دیں اسے لے لو چاہے وہ کچھ بھی ہو۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات چاہے وہ الفاظِ قرآن ہوں یا اور دیگر ارشادات ان پر عمل کرنا واجب ہے جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے۔ فخذوہ کے اندر فا تعقیبیہ ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے احکام جاری ہوتے ہی فوراً اس کو تسلیم اور اس پر عمل لازم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس آیت کی وجہ سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احکام قرآنی اور مامورات رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجوب میں چنداں فرق محسوس نہیں کرتے تھے۔ بخاری میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے ہاتھوں کو گوندنے والی اور گوندوانے والی اور بالوں کو نوچنے والی اور حسن کو نمایاں کرنے والی اور قدرتی پیدائش کی وضع کو تبدیل کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ایک عورت ام یعقوب کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ ابن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اس طرح لعنت بھیجی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا میں کیوں نہ ان پر لعنت بھیجوں جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہو اور پھر کتاب اللہ میں بھی ہو، عورت کہنے لگی میں نے پورا قرآن پڑھا ہے لیکن مجھ کو تو کہیں پر لعنت کا حکم نہیں ملا آپ نے فرمایا اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا تو یہ آیت ضرور مل جاتی وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا ام یعقوب نے کہا ہاں یہ آیت تو پڑھی ہے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا تو سن لو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی نمود و نمائش اور آرائش و زیبائش سے منع فرمایا ہے۔

(بخاری کتاب التفسیر)

آیت حجت ثالث

۱۔ انما المومنون الذین امنوا

باللہ ورسولہ۔

۲۔ فآمنوا باللہ ورسولہ۔

ترجمہ آیت اول: مومن صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں۔

ترجمہ آیت ثانی: ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر۔

سوال یہ ہے کہ ایمان بالرسل کے کیا معنی ہیں۔ کیا صرف یہ ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا اقرار کرلیا جائے۔ اگر یہی ہیں تو لا محالہ ایمان باللہ کا مطلب بھی صرف یہ ہوگا کہ خدائے بزرگ وبرتر کی الوہیت وربوبیت کا اقرار کر لیا جائے اس کے اوامر ونواہی سے کوئی سروکار نہ رکھا جائے۔ لیکن جسے اسلام سے دور کا بھی لگاؤ ہوگا وہ یہ معنی ہرگز مراد نہیں لے سکتا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ کو واحد اور رسول کو برحق تسلیم کرکے دونوں کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کا عہد وپیمان کیا جائے۔

اگر یہ اقرار کر لیا جائے کہ آیت کا مقصد فقط رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کو تسلیم کرنا ہے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بقیہ انبیاء کے اندر کونسی امتیازی بات باقی رہ جائے گی ان کی نبوت کا اقرار بھی تو آخر جزء ایمان ہے۔ لہذا جس طرح ایمان باللہ کا مطلب اللہ کے اوامر ونواہی پر عمل کرنا ہے، ٹھیک اسی طرح سے ایمان بالرسول کا بھی مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مامورات پر عمل اور منہیات سے اجتناب کیا جائے۔

آیت وحجت رابع

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً منھم یتلو علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلالٍ مبین۔

اس آیت کے اندر غور کریں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا احسان جتلا رہے ہیں کہ میں وہ ذات ہوں جس نے ان پڑھوں کے اندر رسول بھیجا ہے پھر اس کے بعد اس رسول (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے چار فرائض کا ذکر فرما رہے ہیں۔ اول یتلوا علیھم اٰیاتہ دوم ویزکیھم سوم ویعلمھم الکتاب چہارم والحکمۃ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیت کے اندر حکمت سے کیا مراد ہے اگر اس حکمت سے مراد کتاب ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حکمت در اصل کتاب کی تشریح وتفصیل ہے یہ غلط ہے تفسیر وتشریح اس لفظ کی ہوا کرتی ہے جو مبہم ہو۔ یہاں پر لفظ کتاب کا معنی ومطلب صاف ظاہر ہے اور اسی آیت کے اندر اس کو یتلوا علیھم اٰیاتہ کے تحت ذکر کیا جاچکا ہے نیز بلاغت کے اعتبار سے بھی یہ موقع عطف بیان کا نہیں ہے کیونکہ یہاں پر نبی کے فرائض شمار کرائے جا رہے ہیں اگر کتاب وحکمت سے ایک ہی چیز مراد لے لی جائے تو فرائض کے اندر ایک عدد کی کمی واقع ہو جائے گی۔

چنانچہ امام شافعی علیہ الرحمۃ اس کے بارے میں رقمطراز ہیں:۔

میں نے ایسے استاذ سے جو میرے نزدیک محبوب ہیں سُنا ہے کہ وہ حکمت سے مراد سنت رسول لیتے ہیں پس اگر حکمت سے مراد غیر احادیث ہیں جو ازروئے بلاغت ہو ہی نہیں سکتی تو بتایا جائے وہ کیا ہے اور کہاں ہے کیا وہ افعال واقوال نبوی کے علاوہ ہو سکتی ہے۔

شیخ التفسیر حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: کہ حکمت کے معنی دانش کے ہیں۔ یعنی مقاصد قرآن حکیم پڑھانے کے بعد درسگاہ نبویؐ سے صحابہ کرامؓ کو عقل ودانش فہم وشعور سکھایا جاتا ہے جس سے مقاصد مہمہ قرآن بفضلہ تعالیٰ باآسانی حاصل ہو جاتے ہیں۔

اس آیت کی تشریح سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقاصد مہمہ قرآن بخوبی سمجھنے کے لئے درسگاہ نبوی کے اقوال وگفتار اجزاء لابدی ہیں۔

ایک قدم اور آگے بڑھائیں تو اس سے بھی زیادہ واضح طریقہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی تاکید ملے گی۔ ارشاد خداوندی ہے۔

فلا وربک لا یومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیماً۔

غور کریں اس آیت کے اندر رب ذوالجلال خود اپنی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوں گے جب تک وہ اپنے اختلافات ومخاصمات میں آپ کو حکم نہیں تسلیم کر لیتے اور آپ کے فیصلے کو بے چون وچرا دل سے نہیں مان لیتے۔ یہ آیات مذکورہ تو دریا سے چند چلو کے مترادف ہیں۔ ورنہ قرآن کی ہر سورۃ ہر آیت اور ہر حرف سے ظاہر ہوتا ہے کہ اتباع نبویؐ کے بغیر ہدایت ناممکن اور محال ہے؟

مندرجہ بالا قرآنی حجتوں سے یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ احادیث رسول بھی قرآنی آیات کی طرح واجب العمل ہیں فرق یہ ہے کہ آیات قرآنی نقل تواتر کی وجہ سے قطعی الحکم والدلالۃ ہیں اور احادیث کا یہ حال نہیں اس کے اندر صرف چند احادیث ہیں جو حد تواتر کو پہنچتی ہیں۔ یہ فرق صرف ضعف نقل کی وجہ سے ہے اسی لئے اگر یہ معلوم ہو جائے (کسی ذریعہ سے) کہ یہ حدیث واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہے پھر اس پر عمل کرنا اسی طرح واجب ہوگا جس طرح آیت قرآنی پر ہوتا ہے۔

اب ہم اپنے اصل موضوع کی جانب آتے ہیں کہ قرآن فہمی کے لئے احادیث کا علم بے حد ضروری ہے۔ اگر قرآن کے صحیح فہم کے لئے سنت سے کوئی سروکار نہ رکھا جائے تو قرآن ایک مبہم سی شے اور اوامر ونواہی نیز قصص وواقعات کا ایک مجموعہ ہو کر رہ جائے گا اور اسلام کے مکمل اور ہمہ گیر دستور اساسی ہونے کی حیثیت بڑی حد تک باطل ہو جائے گی۔ مثلاً اقیموا الصلوٰۃ کے معنی ومصداق میں سنت سے مدد نہ لی جائے تو اس حکم کی تعمیل میں عجیب قسم کا انتشار نظر آئے گا۔ کیونکہ صلوٰۃ کے معنی یا تو دعا کے ہوتے ہیں یا پھر عبادت گاہ کے۔ پس کوئی تو دعا کرکے فرضیت صلوٰۃ سے سبکدوش ہو جائے گا اور کوئی دھڑا دھڑ عبادت گاہوں کی تعمیر میں مصروف ہوگا۔ وارکعوا مع الراکعین کی تعمیل میں بھی عجیب قسم کی افراتفری دیکھنے کو ملے گی۔ غرضیکہ اگر احادیث سے مدد نہ لی جائے تو نماز روزہ زکوٰۃ حج نیز ان کے متعین اوقات وارکان وغیرہ کسی کی صحیح حقیقت سامنے نہیں آسکتی نیز پورا قرآن پڑھ لینے کے باوجود بھی عبادات ومعاملات کا کوئی جماعتی نقشہ مرتب نہیں ہو سکتا۔

عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ کا طریقہ استدلال

امام بیہقی نے اپنی سند سے ابن فضالہ مکی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ عمران بن حصینؓ چند لوگوں کے سامنے شفاعت کا بیان کر رہے تھے کہ ایک شخص بیچ میں بول پڑا اے ابو جنید تم ہمارے سامنے وہ حدیثیں بیان کرتے ہیں جن کی اصل ہمیں قرآن میں نہیں ملتی۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ یہ سُنکر غضبناک ہو گئے اور اس شخص سے فرمایا تم نے قرآن پڑھا ہے۔ اس نے کہا ہاں فرمایا تم نے قرآن میں یہ کہیں پڑھا ہے کہ عشاء کی فرض چار رکعتیں مغرب کی تین فجر کی دو ظہر وعصر کی چار چار ہیں...... بولا نہیں......

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے پھر ارشاد فرمایا کہ کیا ان سب رکعتوں کا علم تم نے ہم سے حاصل نہیں کیا اور کیا ہم نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سیکھا ہے۔ پھر حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کیا تمہیں قرآن میں کوئی ایسی آیت ملی ہے جس میں بتایا گیا ہو کہ چالیس بکریوں

میں ایک بکری زکوٰۃ کی اور اتنے اونٹوں میں ایک اونٹ اور اتنے دراہم میں ایک درہم زکوٰۃ ادا کرنا ہوگا۔ اس شخص نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا زکوٰۃ کی ان تمام مقداروں کا علم تم نے ہم سے اور ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سیکھا ہے۔

اس کے بعد عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا قرآن مجید میں ہے ولیطوفوا بالبیت العتیق۔ تو کیا قرآن نے تمہیں یہ بھی بتلایا ہے کہ سات طواف کیا کرو اور اس سے فارغ ہو کر مقام ابراہیمؑ کے پیچھے دو رکعت نفل ادا کیا کرو۔ کیا تم نے قرآن میں یہ بھی دیکھا ہے لاجنب ولاجلب ولا شغار فی الاسلام کیا تم نے سنا نہیں وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ سب احکام ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیے ہیں اور یہ وہ چیزیں ہیں جن کا علم تمہیں قرآن سے نہیں حاصل ہوگا۔

اگر کوئی شخص اس زعم میں ہے کہ وہ احادیث کے علوم کے بغیر قرآن کو سمجھ لے گا تو یہ اس کی بھول اور خام خیالی ہے۔ فہم قرآن کے لئے اگر احادیث سے مدد نہ لی جائے تو نہ صرف یہ کہ منقولات شرعیہ (وہ الفاظ جو لغتاً کئی معنی میں مستعمل تھے لیکن قرآن نے ایک معنی خاص کر دیا ہے) مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، اعتکاف، طواف، وغیرہ کو ہم نہیں سمجھ سکتے بلکہ لغت کی روشنی میں بعض آیات کے مفہوم کو بھی بطور احسن نہیں متعین کر سکتے۔

اسی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فصاحت و بلاغت کے پیکر اہل لسان ہونے کے باوجود بعض آیات کا مطلب واضح طور پر نہ سمجھ پاتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اس آیت کی صحیح فہم کے لیے زانوئے تلمذ طے کرتے تھے مثلاً یہ آیت فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً (اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو) جب نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ صرف وضو کی ضرورت کے وقت کے لیے ہے یا غسل میں بھی اس سے کام چلایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ایک صحابی کو سفر میں غسل کی حاجت پیش آئی پانی موجود نہیں تھا۔ انہوں نے اجتہاد کے طور پر اپنے تمام بدن کا مٹی سے تیمم کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب واقعہ کی اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا جو تیمم وضو کا قائم مقام ہے وہی غسل کا بھی ہے۔

اسی طرح جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حج کے اندر وحی نازل ہوئی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً۔ تو ایک صحابی نے عرض کیا العامنا ھذا یا رسول اللہ۔ یہ حکم صرف اسی سال کے لئے ہے؟ آپ نے فرمایا اگر کسی کے اندر استطاعت ہو تو اس پر صرف ایک بار حج فرض ہوگا۔ وغیرہ۔

قرآن کے اندر ہے اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعہ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع کہ جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔ اور خرید و فروخت کو ترک کر دو۔ اگر آپ سنت سے قطع تعلق کر لیں تو محض اس آیت کو پڑھ کر اور لغت کے ذریعہ سمجھ کر یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ جمعہ کے دن کس وقت کی نماز کے لیے حکم ہے۔ اور وہ کس وقت ادا کی جائے گی۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور صحابہ و دیگر مسلمانوں کا تعامل نہ معلوم ہوتا تو کیا اس وقت بھی محض وذروا البیع یا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ کو سامنے رکھ کر جمعہ کے وقت کا قطعیت کے ساتھ تعین ہو سکتا تھا ہرگز نہیں۔

احادیث سے ہٹ کر قرآن مجید سے آپ عبادات و معاملات کی جو

شکلیں مثلاً ان کے ارکان و آداب اوقات و شرائط۔ فرائض و مستحسنات، مستنبط کریں گے۔ ان سب کا حال آیت جمعہ کی طرح ہوگا۔ اور آپ امت مسلمہ کو کسی ایک قطعی الثبوت نظام کے ساتھ وابستہ کرنے سے عاجز ہوں گے جس کے باعث ان میں ضلالت و گمراہی کا عام رواج ہوگا۔ اور ان کا شیرازۂ جمعیت منتشر ہو کر پارہ پارہ ہو جائے گا۔

اسی قسم کی گمراہیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک فارمولا دیا ہے کہ انی قد ترکت فیکم شیئین لن تضلوا بعدھما ابداً کتاب اللہ وسنتی، یعنی میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جن کے اپنانے کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنت۔

قرآنی ارشاد ہے وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما انزل الیھم (ہم نے آپ پر نصیحت کی کتاب نازل کی تا کہ جو تعلیم اس کے اندر لوگوں کی طرف بھیجی گئی ہے آپ ان پر اچھی طرح واضح کر دیں)، غور کریں "لتبین" میں لام غایت کا ہے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو قرآن نازل کیا ہے۔ اس کی غرض و غایت ہی یہی ہے کہ آپ اسے واضح طور پر کھول کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کریں۔ یعنی آپ ہی اس کے بہترین شارح و مفسر ہیں کوئی شخص فہم قرآن میں آپ کی تعلیمات و اقوال و تشریحات سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ در اصل دین الٰہی کا مکمل نقشہ قرآن و سنت کے امتزاج سے ہی سامنے آتا ہے۔ قرآن بطور متن اور سنت بطور تشریح و تفسیر ہے۔ اور دونوں ہی تشریح احکام کا مبنیٰ ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان تابعین عظام و سلف صالحین بھی یہی سمجھتے تھے اور انہیں دونوں پر دین کا مدار رکھتے تھے میمون بن مہران سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب بھی کوئی خصومت لے کر آتا تو آپ اس کے لئے قرآن میں حکم تلاش کرتے اور اگر اس میں نہ ملتا تو حدیث میں تلاش کرتے تھے۔ اور اگر اس میں بھی ناکامی ہوتی تو صحابہ کرام کو جمع کر کے وہ مسئلہ پیش کرتے۔ اگر کوئی جواب اثبات میں ملتا تو فرماتے الحمد للہ الذی جعل فینا من یحفظ علینا دیننا۔

جابر ابن زیدؓ کہتے ہیں ایک مرتبہ طواف کے موقع پر حضرت ابن عمرؓ ملے فرمانے لگے اے ابو الشعثاء تم فقہائے بصرہ میں سے ہو بجز قرآن اور سنت صحیحہ کے کسی اور چیز سے فتویٰ نہ دینا اگر تم نے ایسا کیا تو خود بھی ہلاک ہوگے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرو گے۔

مندرجہ بالا طول طویل بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حدیث واجب الاتباع ہے (شرط یہ ہے کہ وہ قرآن کے کسی قطعی حکم کے خلاف نہ ہو) نیز فہم قرآن کا مرحلہ صرف لغت ادب اور معانی و بیان کی روشنی میں کسی آیت کا مفہوم سمجھ لینے پر ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے حقیقی مراد و مصداق کو متعین کرنے کے لئے سخت ضرورت ہے کہ فہم قرآن کا طالب سنت رسول اور احادیث نبوی سے کماحقہٗ واقف ہو۔

ع شاید کہ اتر جائے کسی دل میں میری بات

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ماہانہ مجلس ذکر

انشاء اللہ تعالےٰ حسب سابق بروز اتوار مورخہ ۷ اپریل ۸۵ء بعد نماز مغرب خضراء مسجد سمن آباد لاہور میں زیر صدارت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم منعقد ہو گی۔

شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ (جنرل سیکرٹری)

طبّی مشورے

براہ راست جواب کے خواہش مند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

گنجا پن

س : میری عمر ۲۴ برس ہے میرے سر کے بال بڑی تیزی سے گر رہے ہیں اور سر کا سامنے والا حصّہ درمیانی سر تک بالکل خالی ہو گیا ہے۔ چھ مہینے سے صابن کا استعمال ترک کر دیا ہے اور چند نسخے بھی استعمال کئے ہیں لیکن حالت بدستور ہے۔ کوئی آسان سا زود اثر نسخہ بتائیں مجھے بلغم کی شکایت بھی رہتی ہے ناک بھی اکثر بند رہتی ہے۔ کبھی یہ بلغم سینے پر جم جاتی ہے۔

حماد اللہ متعلم گومل یونیورسٹی
ڈیرہ اسمٰعیل خاں

ج : صابن کا استعمال آپ نے ترک کر دیا بہت اچھا کیا۔ آپ سرسوں کے تیل میں انڈے کی زردی ملا کر رات سوتے وقت سر پر لیپ کریں۔ صبح سر دھو کر زیتون کے تیل کی مالش کریں۔ یہ عمل متواتر کرنے سے امید ہے کہ بال اُگنے لگیں گے۔

بلغم کے لئے ایک عدد ہلیلہ زرد کا چھلکا رات کو تھوڑے پانی میں بھگو دیں۔ صبح یہ چھلکا کھا لیں اور پانی پی لیں۔ نیز ایک گلاس نمکین پانی کے صبح و شام غرغرے کیا کریں۔ اور یہ پانی ناک میں بھی چڑھایا کریں سینے کے بلغم کے لئے دارچینی کا قہوہ شہد ملا کر پیا کریں۔ اگر طبیعت میں گرمی ہے تو شہد کی بجائے لیموں کا رس نچوڑ کر پی لیا کریں۔

جنسی سوالوں کا جواب براہ راست جوابی لفافہ ملنے پر دیا جا سکتا ہے۔

ضعفِ دماغ

س : ایک روز آپ کے مطب پر پہنچے لیکن وہ جمعرات کا دن تھا اس لئے ملاقات نہ ہو سکی۔ بندہ صبح و شام دماغی کام کرتا ہے۔ صبح درس قرآن ایک گھنٹہ، پھر گیارہ بجے تک بچوں کو حفظ و ناظرہ، پھر بعد از ظہر تا عصر پڑھانا، بعد مغرب نوجوانوں کو دینی تعلیم دینا، نماز عشاء کے بعد رات دس بجے تک قرأت کی مشق۔ اس متواتر محنت سے دماغ بہت کمزور ہو گیا ہے اور اکثر سر میں ہلکا درد رہتا ہے، بھوک کھل کر نہیں لگتی۔ بہت سے حکیموں کے بتائے ہوئے نسخے یا اپنے بنائے نسخے استعمال کئے لیکن خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا۔ لہذا کوئی اچھا سا مقوی دماغ نسخہ تحریر کریں۔

حافظ قاری محمد حسن نجم
مانگا منڈی، لاہور

ج : سفوف برہمی بوٹی (ایرانی نہ ہو)، تولہ، شہد خالص ایک پاؤ میں ملا لیں ایک دفتری ورق نقرہ بھی حل کر لیں۔ ۶-۶ ماشہ صبح، شام گائے کے نیم گرم دودھ کے ساتھ کھائیں۔ نیز سونف سبز ۴/۱ ماشہ صبح دوپہر شام کھانے کے بعد چبا کر کھایا کریں۔ دودھ گھی کا بکثرت استعمال کریں انشاءاللہ فائدہ